فقہ اسلامی سے وابستہ مدرّسین کی تدریسی وفنی تربیت

مفتی سید صابر حسین

(سابق مدرس جامعہ علیمیہ کراچی)

تعلیم اور تربیت کا ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ تربیت سے عاری تعلیم سے ایسے رجالِ کار پیدا نہیں ہوسکتے، جو ملک وملت اور معاشرے کے لئے سود مند ہوں اور ان کی ترقی میں کوئی کردار ادا کرسکیں بلکہ اُن کی وجہ سے بے عملی، انتشارِ ذہنی اور بے راہ روی کا رجحان عام ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے بھی پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ معلمِ کائنات سے جن اَصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی بلاواسطہ استفادۂ علم کیا وہ اپنے اپنے شعبوں میں اوجِ ثریا کو پہنچے۔ اَصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم میں یہ طریقۂ کار اختیار کیا ہوا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس دس قرآنی آیات کی تعلیم حاصل کرکے اُس وقت تک نیا سبق نہ لیتے جب تک کہ پہلی دس آیات کریمہ پر عمل پیرا نہ ہوجاتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں مذکور ہے کہ انہوں نے کم وبیش دس برس کے عرصے میں سورۂ بقرہ کو مکمل کیا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک فقہی مسئلے کو کئی کئی مرتبہ بیان فرماتے اور دورانِ تعلیم وتدریس اپنے چہرۂ انور کو دائیں اور بائیں جانب پھیرا کرتے تھے تاکہ سامعین کی پوری توجہ اپنی جانب مبذول کرواسکیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ شعبۂ تعلیم میں تربیت کی کس قدر اہمیت ہے۔ مدرسۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے افراد کی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا تھا، جن سے آگے تعلیم وتعلم کا مقدس کام لینا مقصود ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں ہر اعتبار سے پرکھتے اور اُن سے مختلف قسم کے سوالات کرکے اُن کی علمیت اور ذہنیت کے معیار کو مضبوط کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے حضرت معاذ بن جبل رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کا مشہور واقعہ سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن کی گورنری دینے سے قبل اُن علمی وفقہی سطح کو جاننے کے لئے مختلف قسم کے سوالات کئے تھے۔

درجِ بالا تمہیدی کلمات کے تناظر میں اگر آج ہم مدارسِ دینیہ میں مدرّسین کی تدریسی وفنی تربیت کے حوالے سے معلومات جمع کریں تو نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بیشتر مدارس میں ایسا کوئی انتظام ہے ہی نہیں اور جہاں ہے تو وہ جدید زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ لہٰذا اساتذہ کرام میں تدریسی وفنی تربیت کے فقدان اور جدید مسائل کے ادراک کے بغیر تعلیم کا سب سے بڑا نقصان یہ ہورہا ہے کہ اساتذۂ کرام طلباء کو قدیم طرز پر تعلیم دیتے ہیں، جس کی وجہ سے طلباءِ کرام تحصیلِ علم کے بعد جب عملی میدان میں قدم رکھتے ہیں تو انہیں بالکل الگ ماحول اور مسائل سے واسطہ پڑتا ہے۔ اُس وقت اُنہیں احساس ہوتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے قیمتی وقت کو بہتر انداز میں صرف نہیں کیا، اب لامحالہ انہیں ناموافق ماحول میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اس سے طلباء میں احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے اور وہ معاشرے میں فعال کردار ادا نہیں کرسکتے۔ لیکن اگر اساتذہ کرام کی تدریسی وفنی تربیت کردی جائے اور انہیں اسلام کے بارے میں جنم لینے والے نئے نئے سوالوں سے آگاہ کرکے اُن کے جوابات بھی دے دیئے جائیں تو پھر یقینی طور پر وہ اپنے طلباء کو بھی زمانے کے تقاضوں اور ضرورت کے مطابق جدید نہج پر تعلیم دینگے اور اُنہیں جدید مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار کرینگے۔

قارئینِ کرام کی دلچسپی کے لئے یہ بھی تحریر کرتا چلوں کہ دینی مدارس کے نصاب کا موازنہ اگر یونیورسٹیز کے علومِ اسلامیہ کے نصاب سے کیا جائے تو معلوم ہوگا دینی مدارس میں شامل کتب یونیورسٹیز کے نصاب سے زیادہ مشکل اور محنت طلب ہیں اور مدارس کے اساتذہ اس نصاب کو پڑھانے میں یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات سے کئی گنا زیادہ محنت کرتے ہیں۔ لیکن دینی مدارس کے اساتذہ اپنی محنت کے تناسب سے نتائج نہیں دے پاتے۔ یقیناً اس کی وجہ تدریسی تربیت کی کمی ہے۔ لہٰذا جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ دینی مدارس کی تعلیم میں بہتری کے لئے اساتذۂ کرام کی تدریسی وفنی تربیت انتہائی ناگزیر ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کی تدریسی تربیت کس اعتبار سے کی جائے اور کن پہلوؤں کو فوقیت دی جائے۔ ذیل میں اس حوالے سے تدریسی تربیت کے مختلف مراحل کو درج کیا جارہا ہے:۔

۱۔ تدریسی تربیت میں سب سے اہم پہلو اساتذہ کی فکری تربیت ہے، جسے نظر انداز کرکے کسی بھی طرح تعلیم کے بہتر نتائج حاصل نہیں کئے جاسکتے۔ اگر اُستاد کو خود یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کیوں تعلیم دے رہا

ہے، آج کا ماحول کیا ہے، اس کے مقاصد کیا ہیں، آگے فارغ التحصیل علماء سے کام کیا لیتا ہے؟ کن لوگوں سے ہمارا واسطہ ہے، کون ہمارے دوست ہیں اور کون دشمن ہیں، دنیاوی اور اُخروی اعتبار سے اس کی اہمیت کیا ہے وغیرہ تو پھر صحیح معنوں میں افادہ و اِستفادہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اُستاد کو بقولِ ڈاکٹر اقبال کے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ:

قسمتِ نوعِ بشر تبدیل ہوتی ہے یہاں
ایک مقدس عمل کی تکمیل ہوتی ہے یہاں

معاشی و اقتصادی میدان پر جائز و ناجائز قبضہ اور الیکٹرک و پرنٹ میڈیا پر مضبوط و مستحکم گرفت کی وجہ سے نوجوان نسل اُن سے کسی نہ کسی صورت میں متاثر ہوچکی ہے۔ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی سازشوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اگر ہمارے نوجوان نے اسلام کو نہیں چھوڑا تو وہ حقیقت میں اسلام میں بھی نہیں ہیں۔ اُن کی سوچ، فکر اور ہر عمل میں تبدیلی آچکی ہے۔ اُن کے ذہن میں کئی طرح کے ایسے نئے سوالات جنم لے چکے ہیں، جن کے وہ تسلی بخش جوابات چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ <u>قرآن و حدیث اور فقہِ اسلامی میں ہر زمانے میں وارد ہونے والے سوالات</u> اور مسائل کا حل موجود ہیں، لیکن اُن کو تلاش کرنا اور انہیں جدید انداز میں پیش کرنا ایک دقت طلب امر ہے۔ اور یہ کام وہی حضرات کرسکتے ہیں، جنہیں حالات و واقعات کا صحیح ادراک ہو اور وہ نوجوانوں کی نفسیات سے بھی واقف ہوں۔ وگرنہ اُن کے لئے ایسے لوگوں کو مطمئن کرنا مشکل ہوجائیگا بلکہ اُن کے حکمت سے عاری جوابات کو سن کر نوجوانوں کے شک میں مزید اضافہ ہی ہوگا۔ لہٰذا ایسی نازک اور حساس صورت میں یہ ضروری ہے کہ دین کا ہر طالبِ علم ایسے انداز میں دین کو سیکھے کہ وہ ایسے لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ بخیر وخوبی انجام دے سکے۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ ان طالبعلموں کے پڑھانے والے اساتذہ کرام کی اس اعتبار سے فکری تربیت کی جائے۔ اُنہیں آگاہ کیا جائے کہ موقع کی مناسبت سے کس وقت کس انداز میں بات کرنے سے فائدہ ہوگا کیونکہ کئی دفعہ بات درست ہوتی ہے لیکن موقع و محل کے مطابق نہیں ہوتی تو پھر بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے۔

فکری تربیت کے علاوہ اخلاقی تربیت بھی بہت اہم ہے کیونکہ اُستاد ایک اعتبار سے اپنے شاگردوں کے لئے رول ماڈل کی حیثیت رکھتا ہے اور شاگرد کا ہر عمل اُستاد کی اچھی یا بری تربیت کی عکاسی کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احسن تادیب و اَخلاق کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے ربّ نے احسن ادب کی تعلیم دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علماءِ کرام اسلام کے اَخلاقی قدروں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک چیز کی اہمیت کو جاننے کے باوجود اُس کی طرف توجہ نہیں دیتا اور اُسے نظر انداز کر کے زندگی گزار رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا جب اُس کی جانب توجہ کرائی جاتی ہے تو پھر وہ چوکنا ہو کر اُسے اپنا لیتا ہے۔ قرآنِ مجید میں بھی یقیناً اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ''اور آپ سمجھاتے رہیں، اس لئے کہ سمجھانا یقیناً ایمان والوں کے لئے مفید ہے''۔ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مدرّس کی فکری و اَخلاقی تربیت کون لوگ کریں، اُن کا معیار کیا ہو، کون لوگ یا ادارہ اس کی شروعات کرے اور پورے ملک میں پھیلے ہوئے مدارس کے تمام مدرّسین کے لئے اس تربیت کے انتظام کی عملی صورت کیا ہو، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی فکری و اَخلاقی تربیت ظاہر ہے کہ عام مدرّسین نہیں کر سکتے بلکہ اس کام کے لئے ایسے سینئر مدرّسینِ کرام کی خدمات لی جا سکتی ہیں، جو علمی و عملی دونوں اعتبار سے مسلّم حیثیت کے حامل ہوں اور ایسے

لوگوں کی بفضلہٖ تعالیٰ کمی نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ مدارس کے اربابِ حل وعقد اس پر سنجیدگی سے غور کر کے ایک لائحہ عمل بنائیں اور وقت ضائع کئے بغیر اس پر عمل درآمد بھی کروائیں۔ اس کام کی ابتداء اگر تنظیم المدارس کی طرف سے کی جائے تو نتائج مزید بہتر آ سکتے ہیں کیونکہ تنظیم المدارس کے پاس ایسے متبحر، باعمل اور مسلّم علماءِ کرام کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ تنظیم المدارس اس تربیت کے لئے ابتداء چاروں صوبوں میں الگ الگ یونٹ قائم کرے اور پھر بعد میں اسے ڈویژن کی سطح پر مزید یونٹوں میں تقسیم کردے۔ ڈویژن کی سطح پر تربیت کے لئے منتخب مدرّسین کو بلایا جائے اور پھر علاقائی سطح پر اُن سے کام لیا جائے اس طرح کم سے کم اخراجات میں اس مقصد کو بخوبی حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۲۔ علم میں ارتقاء کا عمل کبھی نہیں رکتا بلکہ ہر آنے والے دن میں اس میں تبدیلی و اضافہ ہوتا ہی رہتا ہے۔ لہٰذا فکری تربیت کے ساتھ ساتھ مدرّس کی علمی تربیت بھی ازحد ضروری ہے کیونکہ اگر مدرّس زمانے میں رونما ہونے والی تبدیلی، اشیاء کے لئے مستعمل اِصطلاحات اور تدریس کے جدید طریقۂ کار سے ناواقف ہو تو پھر وہ صحیح معنوں میں تدریس کے فرائض سے عہدہ برآں نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں اُستاد جس قدر جدید علوم و معارف سے آشنا ہوگا شاگرد میں بھی اُسی قدر ذہنی پختگی، خوداعتمادی اور مہارت

پیدا ہوگی۔اس حوالے سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول پیش کرتا چلوں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَنْ لَمْ یَعْرِفْ زَمَانَہُ فَھُوَ جَاھِلٌ یعنی جو اپنے زمانے کو نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔آج تجارت میں نت نئے طریقے رائج ہورہے ہیں،قدیم اصطلاحی ناموں کو چھوڑ کر نئے ناموں کے ساتھ معاملات انجام دیئے جارہے ہیں۔آج بازار میں بیع ملامسہ یا منابذہ ان ناموں کے ساتھ معروف نہیں، بینکوں میں حوالہ استعمال ہورہا ہے لیکن کسی اور نام سے۔ایجاب وقبول روایتی طریقے سے ہٹ کر ٹیلی فون، ای۔میل،فیکس کے ذریعے ہورہا ہے۔بڑے بڑے اسٹورز مثلاً میکرو (Makro) اور میٹرو (Metro) میں تعاطی (Sale by Indication) کے ذریعے خرید وفروخت کا معاملہ ہورہا لیکن نام کچھ اور۔ایک ہی معاملے میں کئی معاملوں کو یکجا کرکے کیا جارہا ہے لہٰذا مجموعی مسئلہ کے بارے میں شرعی توضیح کا علم۔اسی طرح تجارت قومی سطح سے نکل کر بین الاقوامی سطح پر ہورہی ہے ہر ملک کے قانون کے ساتھ شرعی اُصول وقوانین کی تطبیق ۔ یہ سب ایسے مسائل ہیں،جن سے آگاہ ہونا ایک مدرّس کے لئے ضروری ہے۔موجودہ زمانے میں عملی تطبیق سے صرفِ نظر کرکے صرف سادہ طریقے سے کتاب البیوع پڑھانے سے خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔اسی طرح طہارت کے مسائل جو پہلے تھے اب کسی قدر تبدیل ہوچکے ہیں۔عام کنوؤں کی جگہ پائپ لائنز جن کے متوازی گندی لائنز بھی جاری ہوتی ہے،جن کا پانی تھوڑی یا زائد مقدار میں پاک وصاف پانی کے ساتھ مل جاتا ہے۔اب اگر کتاب الطہارۃ میں صرف کنوئیں کے مسائل وغیرہ کو روایتی طریقے (Traditional Way) سے بتادیا جائے تو یقیناً عملی میدان میں اُس سے کچھ مختلف مسائل سے سامنا ہونے کی صورت میں پریشانی ہوسکتی ہے۔فقہاءِ کرام نے فوجداری، ہائے دیوانی اور ملکی و بین الاقوامی کے جملہ معاملات پر جزوی وکلی دونوں اعتبار سے روشنی ڈالی ہے اور ایسے عمومی اُصول وضوابط بیان کردیئے ہیں،جن کے ذریعے قیامت تک کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے لیکن آج کے طالبِ علم کو ایک گھمبیر صورتِ حال کا سامنا ہے کہ اب صرف اسلامی قوانین نہیں ہے بلکہ اُس کے سامنے اقوامِ متحدہ کا بنایا ہوا عالمی قوانین بھی ہیں،جنہیں ملک خداداد پاکستان نے بھی ایک ممبر کی حیثیت سے تسلیم کیا ہوا ہے اور اُن کی اکثر شقیں اِسلامی قواعد وضوابط کے خلاف ہیں۔ایسے حالات میں اگر طالبِ علم کو دونوں قوانین سے آگاہ نہ کیا جائے،تو پھر اُن کے لئے آگے چل کر مشکلات پیدا ہوجائینگی اور طالبِ علم ان سے تب ہی صحیح طور آگاہ ہوسکتا ہے، جب کہ مدرّس بھی اُنہیں جانتا ہو۔

☆بیع صرف: چاندی یا سونے کی بیع چاندی یا سونے کے بدلے میں☆

علمی وعملی تربیت کے ضمن میں یہ امر بھی بہت قابلِ غور ہے کہ مدرّسین میں مختلف مضامین اور موضوعات میں ترجیحات کے تعین کی صلاحیت پیدا کی جائے یعنی اُسے معلوم ہو کہ کس عنوان کو کتنا وقت دینا ہے اور اس پر کس حد تک بحث کرنی ہے۔ کیوں کہ اگر وقت کے تعین کے بغیر مضامین کو پڑھایا جائے تو اکثر مشاہدے میں آیا ہے کہ ابتداء میں آنے والے مضامین کو زیادہ وقت دے دیا جاتا ہے اور بعد کے لئے کچھ وقت نہیں بچتا اور تعلیمی سال کا اختتام ہوجاتا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ قدوری، کنز الدقائق اور ھدایہ کو پڑھانے میں وقت کی ترجیح کو نظر انداز کردیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے مدرّس کتاب الطہارۃ ہی کو مکمل کرسکتا ہے اور کتاب البیوع، کتاب الوصایا اور کتاب الحج والعمرہ وغیرہ کو بمشکل پڑھا پاتا ہے۔ اُصولِ فقہ میں بھی اُصول الشاشی سے لیکر توضیح تلویح تک ماخذ اربعہ یعنی قرآن، حدیث، اِجماع اور قیاس میں سے زیادہ تر پہلے ماخذ قرآنِ مجید ہی پر گفتگو ہوتی ہے اور دوسرے اہم ماخذِ سنت، اِجماع، قیاس، عرف وتعامل اور ضرورت وحرج پر گفتگو کی نوبت نہیں آتی۔ حالانکہ موجودہ حالات میں ایک عالم کے لئے اُصولِ فقہ کے اہم ماخذ عرف، تعامل، ضرورت حرج اور مصالح مرسلہ وغیرہ سے بھی واقفیت انتہائی ضروری ہے کیونکہ کئی ایسے مسائل ہیں، جن میں عرف وتعامل کا اعتبار کرکے اُن کے احکام پہلے سے مختلف بیان کئے جاتے ہیں یعنی اُن کی شرعی حیثیت بدل جاتی ہے۔

لہٰذا ان کو جدید مثالوں کے ذریعہ واضح کیا جائے تاکہ بات زیادہ سمجھ میں بھی آسکے۔ ابتدائی عنوانات کو تفصیل اور بعد کے عنوانات کو سرسری طور پر پڑھانے کا ایک نقصان امتحانات میں سامنے آتا ہے کہ طالبِ علم امتحانات کے سوالات کے جواب دینے میں بے اعتدالی اور افراط وتفریط کا شکار ہوجاتے ہیں اور وہ چند سوالات کے حل ہی میں کل وقت کا زیادہ حصہ صرف کردیتے ہیں اور اس طرح اپنی محنت کا پھل صحیح حاصل نہیں کرپاتے۔

اسی طرح علمِ وراثت جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف علم قرار دیا ہے، پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی صرف ایک سال اسے پڑھایا جاتا ہے، حالانکہ اسے کم از کم دو سال تک پڑھانے کا اہتمام ہونا چاہئے۔ ایک سال اُصول اور مسائل کے حل کے لئے اور دوسرے سال بین الاقوامی قانونِ وراثت کے ساتھ موازنہ اور اسلامی قانونِ وراثت پر مستشرقین کی جانب سے کئے گئے اعتراضات کے جوابات کے لئے۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ جس علم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف علم قرار دیا اور جسے سیکھنے سکھانے کی ترغیب دی اور جس پر زیادہ سے زیادہ اجر وثواب کی نوید

سنائی گئی، اُسے ثانوی علم کے طور پر پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے اور اسے پڑھانے والے انگلیوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اس علم کو پڑھانے میں اکثر مدرّسین کتراتے ہیں لہذا ایسے حالات میں اس علم کی ترویج و اشاعت کے لئے خاص طور پر مدرّسین کی تربیت کی جائے، اب تک وراثت کے متعلق جتنے فتاویٰ جات ہیں، اُن کو سامنے رکھ کر پریکٹس کی جائے۔

اسی طرح کس مضمون میں کس نوعیت کی اور کس حد تک گفتگو کی جائے اور کن نکات پر زیادہ توجہ کی ضرورت ہے، کا معلوم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ طلباء اپنی ذہنی سطح کے مطابق اُنہیں سمجھ سکیں۔ اگر کَلِمُوا النَّاسَ بِقَدْرِ عُقُوْلِهِمْ کے قاعدے کو نظر انداز کیا جائے تو وقت کے ضیاع کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ اُستاد صرف مختصر متن کو پڑھ کر نفسِ مسئلہ سمجھادیا کرتا تھا، پھر شروحات کا زمانہ آیا، اُن میں بھی پہلے مختصر شروحات اور بعد میں طویل شروحات کا سلسلہ شروع ہوا کیونکہ طالبِ علم کے لئے دقیق اور مختصر عبارت کا سمجھنا مشکل ہوگیا تھا لہذا اب بھی مدرّسین کی تربیت میں اس اہم پہلو کو ملحوظ رکھا جائے۔

جہاں تک مدرّسین کی علمی و عملی تربیت کے لئے افرادِ کار کی دستیابی کا تعلق ہے تو اس کے لئے اُن مدرّسین کی خدمات لی جائیں، جن کا درسِ نظامی پڑھانے کا کم از کم بیس سال کا تجربہ ہو اور اگر اُن منتخب مدرّسین میں جدید علوم سے آراستہ افراد بھی شامل ہوں تو پھر سونے پر سہاگہ ہوگا کیونکہ اُن سے کمپیوٹر اور ملٹی میڈیا وغیرہ کے ذریعے جدید اُسلوب پر تربیت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح تربیت دینے والوں کی مہارت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہر فن کے ماہر مدرّس سے الگ کام لیا جائے یعنی اس میں ہرفن مولا **(Jack of All)** کی بجائے ایک فن کے ماہر **(Expert of One)** سے استفادہ کیا جائے تاکہ وہ پوری توجہ و مہارت کے ساتھ مدرّسین کی تربیت کرسکے۔ ایک اہم پہلو مختلف درجوں میں تعلیم دینے والے اساتذہ کا بھی ہے کیونکہ درسِ نظامی کے پورے کورس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، ابتدائی، وسطی اور اختتامی۔ میری ناقص رائے میں ابتدائی درجہ اعدادیہ سے لیکر ثانیہ تک، وسطی ثالثہ تا خامسہ اور اختتامی سادسہ تا دورۂ حدیث ہے۔ ان تینوں حصوں کے مدرّسین کی تربیت کے لئے الگ الگ طریقۂ کار وضع کیا جائے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ درسِ نظامی کے کورس کو تنظیم المدارس اہلِ سنت پاکستان کے وضع کردہ ڈھانچے عامہ، خاصہ، عالیہ اور عالمیہ کے مطابق بھی تربیت کے مراحل کو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور اب تو چونکہ چند مدارس میں

☆ بیع ضربۃ القانص: شکاری کا ایک یا دو مرتبہ جال پھینکنے کو فروخت کرنا۔ (ھدایہ)

تخصص کی کلاسیں بھی شروع ہو چکی ہیں تو تخصص کے لئے تربیت کا الگ انتظام اُس کی ضرورت کے مطابق کیا جائے تو خالی از فائدہ نہیں ہوگا۔ (جیسا کہ تخصص کے طلبہ کے لئے سال گزشتہ ۲۰۱۷ میں ملک کے چار مختلف مقامات پر (بڑے شہروں میں) ریسرچ ورکشاپس کا کامیاب تجربہ کیا گیا ......جن کا فیڈ بیک بہت ہی اعلی رہا اور مدارس کے طلبہ اساتذہ، انتظامیہ اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ تک نے بھی اس کو بہت عمدگی سے سراہا اور اسے جاری رکھنے اور مزید بہتر انداز میں کرنے کا عندیہ دیا......اس تجربہ کے بعد مدرّسین کے لئے علمی وعملی تربیت کے اہتمام سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ان کے طریقۂ تعلیم میں یکسانیت (Uniformity) پیدا ہوگی۔

یہ چند گزارشات تھیں، جن پر اگر عمل کیا جائے تو اُمید ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کی تعلیم میں مزید بہتری پیدا ہوگی اور فارغ التحصیل علماءِ کرام معاشرے کی اصلاح میں بہتر مدد ومعاون ثابت ہونگے۔

مجلہ فقہ اسلامی کی سترھویں (۱۷) جلد تیار ہے۔
خواہشمند حضرات رابطہ فرمائیں......
قیمت صرف ۶۰۰ روپے (علاوہ ڈاک خرچ)

معذرت

شمارہ جنوری ۲۰۱۸ میں پرنٹنگ اور بائنڈنگ کی تکنیکی غلطی سے درج بالا مضمون اور ایک مزید مضمون کے صفحات کی ترتیب میں گڑبڑ ہو گئی قارئین و مضمون نگاران سے انتہائی معذرت۔

(ادارہ)